عبدالرحمن کے انتقال کے بعد اس کام کی ذمہ داری اس کے بیٹے ہشام کے سر آئی اس نے باپ کے اس نامکمل کام کی تکمیل کا ارادہ کیا اور اس نے اپنی ساری توجہ اس عالی شان مسجد کی تعمیر پر مرکوز کر دی، یہ ہشام بھی آخر اسی عبدالرحمن کا لخت جگر تھا جس نے کام کا افتتاح کیا تھا، چنانچہ باپ کی سنت اس نے بھی باقی رکھی اور روزانہ مزدوروں کے ساتھ بنفس نفیس کام کرنے لگا، ہشام اس کام میں بے دریغ خرچ کرتا رہا اور پوری جدوجہد کو جاری رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ کی نامکمل مسجد کی تکمیل اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لی اور عبدالرحمن کی سپرد کی ہوئی خدمت انجام کو پہنچ گئی۔ ہشام نے اس کام کی تکمیل میں مزید ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار (اشرفی) صرف کئے[1]۔

اسی حد پر آکر مسجد کا کام ختم نہیں ہو گیا بلکہ ان کے بعد ان کی اولاد نے مسلسل یہ کام جاری رکھا، یکے بعد دیگرے نو بادشاہوں نے اس مسجد کی وسعت و آرائش میں حصہ لیا، اور سبھوں نے پوری سخاوت سے اس کی عمارت پر صرف کیا چنانچہ بعد میں جو شان و شوکت پیدا ہوئی وہ اس سے بہت زیادہ تھی جو باپ نے پیدا کی تھی، حسن و لطافت میں یہ جامع مسجد دوبالا ہو گئی بلکہ کہنا چاہیے کہ نزاکت اور پاکیزگی کا اسی پر خاتمہ ہو گیا، اور دنیا میں اس مسجد نے نمبر اول حاصل کر لیا۔

غور کیجئے اس کے بنانے اور وسیع کرنے میں دس پانچ سال نہیں، بلکہ اول سے آخر تک مسلسل دو سو برس لگے کیونکہ ہر حکمراں نے اپنے وقت میں اپنا جوش عمل اسی پر نچھاور کیا اور تعمیری عقیدت و محبت کے پھول اسی کے قدموں پر چڑھاتے، پھر واضح رہے ان میں کوئی بادشاہ پست حوصلہ اور مفلس نہ تھا، بلکہ یہاں بلند حوصلگی اور دولت دونوں کی بہتات تھی، ایسی بہتات جس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس عمارت میں وہ پختگی اور استحکام ہے کہ جو حصہ وحشی بادریوں کی

---

[1] اخبار الاندلس حصہ ۳ صہ ۳ باب نہم

دست برد سے بچ گیا ہے وہ آج بھی نو (۹) صدیاں گذر جانے کے باوجود اسی طرح تازہ ہے جیسے کل ہی معماروں نے تیار کیا تھا اس پر امتدادِ زمانہ کا بظاہر کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا دیمک کس کو کہتے ہیں اس مسجد کی لکڑیاں اس سے آشنا بھی نہیں ہیں۔

مسجد پر جو دولت صرف ہوئی اس کا اندازہ آئندہ تفصیل سے ہوگا، کہ مسلمان حکمرانوں نے اس پر کس قدر خرچ کیا، اہل عرب اس مسجد کی قیمت کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ دینار سرخ لگاتے ہیں جو دوسری تمام مسجدوں کے اخراجات سے بڑھا ہوا ہے، کسی ایک مسجد پر اتنی رقم کہیں اور نظر نہیں آتی[1]

جامع قرطبہ تکمیل کو پہنچی تو اس کی لمبائی چھ سو بیس (۶۲۰) فٹ اور چوڑائی چار سو چالیس (۴۴۰) فٹ تھی، اندر جانے کے لئے محراب نما اکیس (۲۱) دروازے تھے، چھت کی حفاظت کے لئے سیسہ کی ایک انچ موٹی چادر لگائی گئی تھی، شمالی دیوار تیس (۳۰) فٹ بلند تھی اور دریا کے قرب کے ساتھ اس دیوار کی بلندی بڑھتی جاتی تھی، کیونکہ اس طرف نشیب تھا، وادی الکبیر کے کنارے پہنچ کر ستر (۷۰) فٹ تک پہنچ گئی تھی[2]

دروازے جن کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں سے تین دروازے مستورات کے لئے مخصوص تھے ان تمام دروازوں پر زرد اور سرخ پیتل کا کام تھا، دروازوں کی سرخ اور نیلی زمین پر جگہ جگہ سنہرے رنگ کے کتبے لگے تھے، جو خالص سونے سے لکھے گئے تھے، کواڑوں پر خوبصورت اور صاف و شفاف تانبے کے پترے لگائے گئے تھے، کہیں کہیں کواڑوں پر خوبصورت خوشنما کڑے لگے تھے جو دستک دینے کے لئے تھے، علاوہ ازیں تمام دروازوں پر چھپے ہوئے چمڑے کے پردے پڑے تھے جن پر رنگین بیل بوٹے نمایاں معلوم ہوتے تھے،

ستونوں کی تعداد چودہ سو سے زائد تھی، اندر پہنچ کر آدمی ان کے ہجوم میں کھو جاتا تھا اور ان کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا تھا، ایک کنارے سے کھڑے ہو کر دوسرے کنارے کی طرف جب

---

[1] اخبار الاندلس ج۲ ص۷۶ [2] ایضاً

نظر کی جاتی تھی تو معلوم ہوتا تھا کہ ستونوں کا یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم ہی نہیں ہوا ہے ان ستونوں کا زیادہ حصہ سونے سے ڈھکا ہوا تھا، ان کے اوپر دوہرے دوہرے سفید و سرخ رنگ کے محراب تھے اور ان کی محرابوں کے اوپر چھت، عجیب و غریب گلکاری کے کام کئے ہوئے تھے جگہ جگہ خوبصورت اور دلربا طرز میں قرآن پاک کی آیتیں کندہ تھیں، چھت کہیں دیکھنے سے بیضوی، کہیں شش پہل اور کہیں گول تھی۔[1]

مسجد کا فرش مختلف رنگین پتھروں سے بنایا گیا تھا، ان کا نقشہ گو سادہ تھا مگر بڑا ہی جاذب نظر اور خوش منظر تھا، جالیاں زبرجد کی تھیں اور بہت لطیف تھیں، پھول پتیوں کا یہ عالم تھا ایک دوسرے سے ملتی نہ تھیں ہر ایک کا رنگ وروپ اور شکل و صورت علیحدہ تھی۔

گنبد کے متعلق "صاحب تمدن عرب" کا بیان ہے کہ ایک ہزار ترانوے (۱۰۹۳) ستونوں پر قایم تھا، ستون مختلف رنگ کے تھے مگر سب سنگ مرمر کے تھے، ستونوں کو عجیب دلنشین طرز سے نصب کیا گیا تھا، ایک مربع میں پانچ ستون تھے۔[2] مسجد کا جنوبی حصہ وادی الکبیر کی طرف پڑتا تھا اس طرف انیس[19] دروازے تھے، ان میں سے ہر ایک پر کانسے کی پتریاں چڑھی ہوئی تھیں ان چادروں پر باریک کام کئے ہوئے تھے، بیچ کے دروازہ پر کانسے کے بجائے سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی، مشرق و مغرب کی جانب بھی اسی قسم کے نو نو دروازے تھے۔[3]

اخبار الاندلس کا مصنف رقم طراز ہے کہ اس مسجد کی عمارت کے لئے امیریا اور غرناطہ کی کانوں سے بڑی مقدار میں زبرجد، مرمر اور سنگ سماق آیا، مرا کے جنگلوں سے سردلوں کے لئے عرعر کی لکڑی لی گئی، جو اس قدر مضبوط تھی، کہ پادریوں کی طرح اور مذہبی تعصب نے ان کو تباہ کرنا چاہا مگر ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے،

محراب کا قبہ اپنی آپ مثال تھا، یہ نہایت خوبصورت اور نازک محرابوں پر بنایا گیا تھا اس کے دو دروازے تھے، جن کے اوپر سنگ سبز اور لاجورد کے نہایت نازک چار ستون

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۶۶۱ [2] تمدن عرب فصل چہارم [3] مسلمانوں کا عروج و زوال ص ۱۲۴

تھے، اور ان کے اوپر محرابیں قائم تھیں اس محراب کا فرش سنگ مرمر کا تھا، جن میں نقش و نگار اور پھول پتیاں بنی تھیں، تھوڑے تھوڑے فاصلے سے سونے کا کام کیا ہوا تھا اس کی چھت مختلف پتھروں کو جوڑ کر تیار نہ کی گئی تھی جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ پوری چھت ایک ہی پتھر کی تھی، پہلے پتھر کو معلوم ہوتا ہے معماروں نے کھود کر بڑی سیپ کی شکل کا بنا دیا تھا اس کے بعد چھت میں لگایا تھا، یا چھت میں لگا کر کھودا اور سیپ کی شکل بنا دیا تھا، اس چھت میں کوفی خط کے کتبے تھے اور وہ سب کے سب خالص سونے کے تھے، اس کی پختگی کا تذکرہ کر کے مصنف لکھتا ہے کہ وحشی عیسائی مردم خوردوں کی ساری ہولناکیوں کے باوجود، جو حصہ بچ گیا ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بن کر تیار ہوا ہے ان جملوں پر غور کیجئے

"حیرت تو یہ ہے کہ ہزاروں انقلاب ہو گئے، لاکھوں صدمات ان پر پڑ گئے، گیارہ صدیوں میں کروڑوں تباہ کن ہاتھوں نے ان کو پامال کرنا چاہا مگر ان کی چمک اس وقت تک ویسی کی ویسی ہی ہے، جیسی کہ اس دن کہ جب یہ بنائے گئے تھے[1]"

محراب کے اندر ممبر تھا، یہ ممبر امیر المومنین الحکم ثانی کی زیر نگرانی تیار ہوا تھا، یہ لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بنایا گیا تھا جن کی تعداد ۳۶ ہزار بیان کی جاتی ہے[2]، علاوہ ازیں اس میں ہاتھی دانت، کچھوے کی کھوپڑی اور سیپ لگے تھے ان ٹکڑوں کو سونا اور چاندی کی کیلوں سے جوڑا گیا اور اس طرح جوڑا گیا تھا کہ بوقت ضرورت تمام ٹکڑوں کو علیحدہ کیا جا سکتا تھا اس کی تکمیل میں سات سال صرف ہوئے تھے اس ممبر کو دیکھ کر لوگ حیران رہ جاتے تھے، مزید جواہرات کی منبت کاری تھی جس سے اس کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی، کہتے ہیں اسی میں وہ قرآن پاک بھی ایک عمدہ جزدان میں رکھا ہوا تھا جس کو پڑھتے ہوئے حضرت عثمان غنیؓ نے جام شہادت پیا تھا، یہ ممبر خلیفہ کے خطبہ دیتے وقت استعمال ہوتا تھا۔

عین محراب کے سامنے مقصورہ تھا یعنی مسجد کا مخصوص حصہ جس میں خلیفہ، خاندان

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۶۳ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون ص ۳۰۲ جلد دہم

ہی اور بڑے بڑے علما رکرام ہی جا سکتے تھے ، عام لوگوں کو اس حصہ میں داخل ہونے کی اجازت
ہوتی تھی یہ سات ستونوں کے اوپر بنا تھا اور اس کا دروازہ محراب کی طرف کھلتا تھا، اس
مورہ کی وسعت یہ تھی، طول (۱۱۲) ایک سو بارہ فٹ اور عرض (۳۳) فٹ ، اس کو خوشبودار
وں سے گھیر اگیا تھا، گھراؤ جالیدار تھا، تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے جالیاں
طرح بنائی گئی تھیں کہ ان میں باہم فاصلہ ہونے کے باوجود باہر سے اندر کا آدمی نظر نہیں آتا
البتہ اندر سے باہر کے آدمی دیکھے جا سکتے تھے ، جالیوں کی اونچائی پچاس فٹ تھی اندر فرش
بت مناسب اور عمدہ تھا، چاندی کی اینٹیں بچھائی گئی تھیں ، اور ان کو عمدگی سے باہم وصل
لیا تھا، یہ مقصورہ محل شاہی سے قریب تھا اور اس طرح سے تھا کہ خلیفہ کو آتے کوئی دیکھ
یں سکتا تھا، اس کا بڑا دروازہ جس سے امیر المومنین مقصورہ میں داخل ہوتے تھے، اس
سونے کی چادر مڑھی ہوئی تھی ،

"مسجد کے دائیں جانب کے عرض میں ۳۰۔ اور بائیں جانب میں ۲۹ صحن تھے[۱] صحن
جد میں پانی سے لبریز چار وسیع حوض تھے، ان حوضوں میں پانی قریب کی ایک پہاڑی سے
کے ذریعہ لایا گیا تھا، مسجد کے بازو پر ان گنت کمرے اور حجرے بنے ہوئے تھے، جن میں مسافرین
اح اور طلبہ رہتے تھے ان کی خوراک اور مہمانی کا نظم شاہی مہمان خانے سے ہوتا تھا[۲]

مسجد کا دالان بہت وسیع تھا، مگر نسبتاً اونچائی کم تھی ، اس لئے دن رات دونوں وقت
جد میں روشنی جلتی تھی، اس زمانہ میں گو بجلی کا یہ ترقی یافتہ نظم نہ تھا، مگر روشنی میں بھی ایسی ہوشمندی
عائی گئی تھی کہ حیرت زدہ ہونا پڑتا ہے اور آج اس طرح کی روشنی عجوبہ روزگار تصور کی جائے گی
یہ گیا تھا، کہ تانبے اور چاندی کے جھاڑ بنوا کر مسجدوں میں ٹکا دئے گئے تھے جن کی تعداد اس
جد میں (۲۰۸) دو سو آٹھ تھی، ایک ایک جھاڑ میں سینکڑوں بتیاں اور چراغ تھے تیل ان چراغوں
ا خوشبودار جلتا تھا، محراب والی قندیل خالص سونے کی تھی ، ان جھاڑوں میں سے ایک جھاڑ

---

[۱] مسلمانوں کا عروج وزوال ص۱۶۷ [۲] ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج دہم ص۳۰۲

میں جو بڑا تھا ۱۴۵۴، چودہ سو چون چراغ تھے، اس جھاڑ کا دور (۳۸) اڑتیس فٹ تھا، ا
روشنی کو بڑھانے اور تیز کرنے کے لئے چھتیس ہزار چاندی کے چمکدار ترپے جڑے ہوئے
جن کو بڑی خوبصورتی سے سونے کی کیلوں سے ملایا گیا تھا، جواہرات بھی جگہ جگہ لگے تھے جس
جھاڑ کی خوبصورتی بہت بڑھ گئی تھی مزید یہ تدبیر بھی کی گئی تھی کہ جگہ جگہ آئینے لگا دئے گئے
ان کے ذریعہ روشنی خوب کھل پڑے، چنانچہ انھی وجوہ سے اندرونی حصہ ہمیشہ دن بنا رہ
ان چراغوں کی تعداد بعض لوگوں نے چار ہزار سات سو لکھی ہے ان کو سامنے رکھ کر ہر
تعداد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے[۱] سالانہ تیل کا خرچ چوبیس ہزار پونڈ یعنی پختہ تین سو من تھا
ایک سو بیس پونڈ یعنی ڈیڑھ من پختہ عود و عنبر اور لوبان خوشبو کے لئے جلتا تھا[۲]

رمضان شریف میں خاص اہتمام ہوتا تھا بڑی چہل پہل رہتی تھی، بتیوں کا خرچ
جاتا تھا پورے رمضان شریف میں بیس ہزار چراغ جلتے تھے، ایک بہت بڑی بتی خاص
سے بنوائی جاتی تھی جس کا وزن بتیس سیر ہوتا تھا وہ مقصورہ میں جلتی تھی، بتی کے بنانے
یہ عجیب کمال رکھا گیا تھا کہ یہ بتی ٹھیک رمضان کی اخیر رات میں ختم ہو جاتی تھی، نمازیوں کا
رہتا تھا، "ہر ایک دروازے سے نمازیوں کے گروہ در گروہ سیل رواں کی طرح مسجد
جاتے دکھائی دیتے تھے،، لوبان اور عود کی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا تھا، ان سب سے
کمال یہ تھا کہ اس ہجوم میں محراب بہت نمایاں رہتی تھی اور امام صاف نظر آتا تھا[۳]

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ جامع قرطبہ میں
چاندی، جواہرات، اور قیمتی (اس وقت ناممکن الحصول) لکڑیاں جن کی اس زمانہ میں بڑی اہم
ہے کوئی وقعت نہ رکھتی تھیں عود و عنبر اور اگر بتیاں جلنے کے لئے بھی چاندی ہی کی مجمریں تھ
مسجد میں ایک مینار تھا جو صنعت کا بہترین نمونہ تھا، اس مینار کے متعلق ہر زما
یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ دنیا میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا، (۲۷) ستائیس فٹ مربع اور ایک سو آٹھ

---

[۱] اخبار الاندلس صفحہ ۲۶۶ و مسلمانوں کا عروج و زوال صفحہ ۱۶۲ [۲] تاریخ اسپین صفحہ ۲۶۵

فا، ریختہ ہوئے رخام کا بنایا گیا تھا، اس مینار کے لئے پتھر افریقہ سے لائے گئے تھے، اس
ین لاجوردی اور کنارے منقش تھے جن پر بہترین پھول پتیاں بنی ہوئی تھیں اس کے
ن گنبد تھے ان میں دو سونے کے تھے اور ایک چاندی کا اور ان تینوں کو ملا کر اوپر ایک
نے کا انار تھا جو بہت عمدہ اور چمکدار بنا تھا ——— جامع کی نگرانی اور حفاظت کے لئے
و بڑے بڑے عہدہ دار تھے جو خواجہ سرا ہوتے تھے[۱]۔

تاریخ اسپین میں مینار کی بلندی دو سو چالیس فٹ لکھی ہے[۲] اور گنبد اور انار کا بھی
ہے، سو یہ مشہور مینار امیر المومنین الناصر لدین اللہ کا بنوایا ہوا تھا۔

جب مسلمانوں پر زوال آیا اور ان کی حکومت کا چراغ گل ہوا، تو پھر وحشی عیسائیوں نے
پورے ملک کو تباہ و برباد کیا مسلمانوں کا قتل عام کیا اور جبراً ان کے مذاہب بدلوائے
دہاں انھوں نے یہاں کی مسجدوں کو بھی معاف نہ کیا، ایک دو نہیں چھ سو مسجدیں تھیں مگر
سوائے جامع قرطبہ کے کھنڈرات کے اور کسی کا کوئی نشان باقی نہ چھوڑا بلکہ جامع قرطبہ
انھوں نے بری طرح لوٹا کھسوٹا اور اپنے پیٹ بھرے ان کی وہ ساری چیزیں جو عجوبہ
تھیں اور بالخصوص ان کا نمونہ تعمیر ان تمام کو انھوں نے برباد کر ڈالا جس کا افسوس خود
الے یورپی مصنفین کو بھی ہے یہ تمام تفصیل جو آپ کے سامنے رکھی گئی اور یہ سارا مواد
یر یہی مصنفین کا جمع کیا ہوا ہے۔

اس جامع کے اندر ایک بڑے کلیسا کی تعمیر شروع کی گئی تھی اور اس سلسلہ میں
کی دیواروں کی آرائش اور کتبوں کو بگاڑ ڈالا گیا، فرش سے پچیکاری کا کام اُٹھا لیا گیا اور
ک کی منقش لکڑیاں نکال کر فروخت کر دی گئیں، تمدن عرب میں ہے کہ ایک مصلی باقی رہ
ہے جو وحشیانہ دست برد سے محفوظ ہے اور وہ اپنی اصلی حالت پر قایم، اس سے کچھ اندازہ
جا سکتا ہے[۳]۔

---

[۱] بار الاندلس صفحہ ۶۶۸ و صفحہ ۶۶۷ [۲] تاریخ اسپین صفحہ ۲۶۵ [۳] تمدن عرب فصل چہارم

بڑے بڑے باکمال یورپینوں نے اعتراف کیا ہے کہ اندلس کی یہ جامع قرطبہ کا بہترین نمونہ ہے اور اس سے یورپ کو بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں، مسٹر اسکا کے اخبار الاندلس میں یہ جملے پڑھنے کے لائق ہیں۔

"اس مسجد نے مسلمانان اندلس کی دماغی ترقی اور وحشی یورپ کی تہذیب میں اتنی مدد کی ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اس زمانہ میں کوئی ایسا مذہب نہ تھا جو اپنا ایسا معبد پیش کرسکتا

لہ اخبار الاندلس صہ ۶۶۲ اس مضمون کا اکثر حصہ اسی کتاب سے لیا گیا ہے ۱۲

"مصباح اللغات"

مکمل عربی اردو ڈکشنری

پچاس ہزار سے زیادہ عربی الفاظ کا جامع و مستند یہ عظیم الشان عربی اردو لغت اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بے مثال ہے جہاں تک عربی سے اردو میں لغات کے ترجمے اور تشریح کا تعلق ہے آج تک اس درجہ کی کوئی ڈکشنری وجود میں نہیں آئی، سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد بڑی تقطیع کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل یہ عظیم القدر کتاب اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کی جا

المنجد جو عربی لغت کی جدید کتابوں میں اس وقت سب سے زیادہ جامع اور دلپذیر سمجھی جاتی "مصباح اللغات" میں نہ صرف اس کتاب کا پورا عطر کشید کر لیا گیا ہے بلکہ کی ترتیب میں عربی لغت کی بہت سی دوسری بلند پایہ اور ضخیم کتابوں سے بھی اخذ و استنباط کی صلاحیتوں کو کام میں لاکر مدد لی گئی ہے (جیسے قاموس، تاج العروس، اقرب الموارد، جمہرۃ اللغۃ، ابن اثیر، مجمع البحار، مفردات امام راغب، کتاب الافعال، منتہی الارب صراح وغیرہ)۔

"مصباح اللغات" علماء، طلباء، عربی سے دلچسپی رکھنے والے انگریزی داں اردو خواں سب کے لئے بے حد مفید ہے اور ایک کامیاب استاد و معلم کا کام دے سکتی ہے

عربی مدرسوں، کتب خانوں اور لائبریریوں کے لیئے یہ نہایت گراں قدر علمی تحفہ ہے ۱۰۲۸ صفحات سائز شاندار اور موزوں جلد خوبصورت اور موزوں ڈائی سے نام چھپا ہوا مع گرد پوش قیمت سولہ روپے

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

امیر الامراء نواب نجیب الدولہ ثابت جنگ

اور

جنگ پانی پت

(مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبرآبادی)

(۸)

سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان بابت اپریل ۵۸ء

بادشاہ نے حکم دیا کہ جو جس کو بھاگتا ہوا دیکھے اول اس کو قتل کردے بعدہ دشمن سے نبٹے اس حکم کی تشہیر اور تعمیل سے بھاگتی ہوئی فوج کے قدم رک گئے اور جان پر کھیل کر مقابلہ مرہٹوں سے کرنے لگے۔

اس کے ساتھ ہی شاہ درانی نے یہ انتظام کیا کہ اپنی ہم رکابی کی محفوظ فوج میں سے ایک حصہ شاہ ولی خاں کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ اُدھر نجیب الدولہ ہلکر و سندھیا سے فارغ ہو کر شاہ ولی خاں کی مدد پر جھک پڑا۔ بشواس راؤ نجیب الدولہ کی طرف متوجہ ہوا شاہ ولی خاں کا بوجھ ہلکا ہوگیا شاہ دُرانی نے شجاع الدولہ کو اطلاع دی کہ شاہ ولی خاں کی مدد کرد لیکن اس نے اہمال و درنگ سے کام لے کر خاموش رہا اور شاہ ولی خاں کی مدد سے تغافل برتا مگر نجیب الدولہ کی جانبازی نے پانسہ جنگ کا پلٹ دیا اور قلب کی لڑائی کا رخ ہی بدل گیا۔ مسلمانوں کا دہنا بازو شکستہ ہو کر کسی قدر پیچھے ہٹ گیا تھا بایاں بازو کامیاب ہو کر آگے بڑھ گیا تھا لہٰذا صفوف جنگ جو شمالاً جنوباً تھیں شرقاً غرباً ہوگئیں۔ یہ دوپہر کا وقت تھا اور اب انتہائی جوش سے طرفین مصروف پیکار تھے۔

شاہ پسند خاں نے گھوم کر اور لمبا فاصلہ طے کر کے مرہٹوں کے داہنے بازو پر حملہ کیا

ٹیکری سے نقشہ جنگ شاہ درانی دیکھ رہا تھا بھاؤ کی فوج شجاع الدولہ کی طرف سے بے فکر رہ کر اس کو پشت پر رکھ کر افغانوں کو گھیر رہی تھی جس سے ان پر میدان جنگ تنگ ہوتا جارہا تھا بادشاہ نے شجاع الدولہ کی غداری آنکھوں سے دیکھی اس نے فوراً اپنی اردلی کے تین دستوں کو حکم دیا تم شجاع الدولہ کی فوج میں سے نکل کر بھاؤ کی فوج پر پشت سے حملہ کرو چنانچہ تین دستے یکے بعد دیگرے مرہٹوں پر یکایک ٹوٹ پڑے شجاع الدولہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا[1]۔ اس کے بعد بادشاہ قبلہ رو ہوکر سجدہ میں گر کر آہ وزاری کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کرنے لگا ان تدابیر کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا۔

یہ دستے ایک توپ بھی ہمراہ لیتے گئے تھے ان مٹھی بھر آدمیوں نے مرہٹوں کی ٹڈی دل فوج جس میں تین سو ہاتھی تھے پر زبردست حملہ کیا اور توپ جو چھوڑی گولہ بھاؤ کے ہاتھی پر لگا بھاؤ نیچے آرہا اس نے سمجھا کہ شجاع الدولہ نے دغا کی کیونکہ اس کی فوج میں سے یہ دستے نکلے تھے وہ شجاع الدولہ کے سامنے آکر گالیاں دینے لگا اس کے پہلو میں شجاع الدولہ کا ساتھی ایک گوسائیں کھڑا ہوا تھا اس نے ایک تیر بھاؤ کے سر پر رسید کیا وہ گر گیا اور دم توڑ دیا۔

مولوی سید الطاف علی بریلوی نقش سلیمانی (تاریخ افغانستان) کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ بھاؤ کا قتل عنایت خاں کے ہاتھ سے ہوا۔
جس کی تفصیل اس طور سے لکھتے ہیں۔

> عنایت خاں نے اس دار وگیر میں بعد جنگ وجدل بسیار اپنے آپ کو اس گروہ میں کہ جس کا بھاؤ افسر تھا قریب اس کے پہنچایا بھاؤ نے نیزہ اوّلاً عنایت خاں پر مارا۔ عنایت خاں نے ازراہ چالاکی وچستی اپنے آپ کو نیزہ کی انی سے بچا کر برچھا اس کا بقوت تمام ہاتھ سے پکڑ کر لیا جھٹکا دیا کہ بھاؤ پشت سے اکھڑ کر فرش زمین پر گرا عنایت خاں نے شبکدستی سے سر اس کا کاٹ کر اور طبل فتح بجوا کر معاودت کی۔ زاں بعد عنایت خاں نے حاضر ہوکر سر بھاؤ احمد شاہ درانی کی پیش کش کیا[2]۔

---

[1] تذکرۂ عالم [2] حیات حافظ رحمت خاں صفحہ ۱۰۵